© rasailojaraid.com

قرآن حکیم کی سورتوں کے مضامین
کا اجمالی تجزیہ

از: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

ترتیب وتدوین: سید برہان علی۔ حافظ محمد زاہد

سُوْرَۃُ الْاَعْلٰی

سورۃ الاعلیٰ سے لے کر سورۃ الم نشرح تک ۸ سورتیں بنتی ہیں اور ان میں سے ہر دو جوڑے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان میں پہلا جوڑا سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ کا ہے۔ ان کے بارے میں نوٹ کر لیجیے کہ نبی اکرم ﷺ بالعموم جمعہ اور عیدین کی نماز میں یہ سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ اب ظاہر بات ہے: **فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ** ''کسی دانا کا کوئی بھی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا'' کے مصداق حضور ﷺ کا یہ فعل بھی حکمت سے خالی نہیں ہوسکتا۔ اس فعل کی حکمت یہ ہے کہ جمعہ اور عیدین کی نماز میں خطبہ ہوتا ہے جس کا مقصد تزکیہ ہے اور ان دونوں سورتوں میں بھی حضور اکرم ﷺ کو تزکیہ کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اسی مناسبت سے آپ ﷺ ان سورتوں کو جمعہ اور عیدین کی نماز میں پڑھا کرتے تھے — سورۃ کی ابتدا ہی میں فرمایا گیا:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۙ﴿۲﴾ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۙ﴿۳﴾

''(اے پیغمبر ﷺ!) اپنے پروردگار جلیل الشان کے نام کی تسبیح کرو' جس نے (انسان کو) بنایا پھر (اس کے اعضاء کو) درست کیا' اور جس نے (اس کا) اندازہ ٹھہرایا پھر (اس کو) راستہ بتایا۔''

آگے آیات ۹ تا ۱۱ میں تذکیر کے حوالہ سے فرمایا گیا: ﴿**فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ﴿۹﴾ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴿۱۰﴾**﴾ ''سو جہاں تک نصیحت (کے) نافع (ہونے کی اُمید) ہو نصیحت کرتے رہو۔ جو خوف رکھتا ہے وہ تو نصیحت پکڑے گا'' —— یہ اس شخص کی کیفیت کا ذکر ہے جس کے دل میں بنیادی طور پر ایمان موجود ہے لیکن اس پر کچھ حجاب سا آ گیا ہے یا زنگ لگ گیا ہے' جس کی وجہ سے کچھ بداعمال ہو رہے ہیں' تو آپ ﷺ جب قرآن کے ذریعہ تذکیر فرمائیں گے تو وہ حجاب اور زنگ دور ہو جائے گا' جو غفلت طاری ہو گئی تھی وہ ہٹ جائے گی —— آگے فرمایا: ﴿**وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿۱۱﴾ الَّذِیْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ﴿۱۲﴾ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۱۳﴾**﴾

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''اور جو آپؐ کی تذکیر سے روگردانی کرے گا تو وہ شقی اور بدبخت ہے' جو (قیامت کے روز) بڑی تیز آگ میں ڈالا جائے گا۔ پھر وہاں نہ مرے گا نہ جیے گا۔''

سورۃ کے آخر میں فرمایا: ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿١٦﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿١٧﴾﴾ ''مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو' حالانکہ آخرت کہیں بہتر اور باقی رہنے والی ہے''۔ بعینہٖ یہی مضمون سورۃ القیامہ میں بایں الفاظ آیا تھا: ﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿٢٠﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿٢١﴾﴾ ''مگر (لوگو) تم دنیا کو دوست رکھتے ہو اور آخرت کو ترک کیے دیتے ہو۔''

سُورۃُ الْغَاشِيَة

سورۃ الغاشیہ میں سورۃ القیامہ والا تیز انداز اختیار کیا گیا ہے اور اس کی آیات ایسی مربوط ہیں کہ ان میں سے کسی کو الگ کر کے آپ بیان نہیں کر سکتے — سورۃ کی پہلی سات آیات میں جہنم' اہلِ جہنم اور ان کی صفات کا تذکرہ ہے۔ فرمایا گیا:

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ﴿١﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ﴿٢﴾ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿٣﴾ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴿٤﴾ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ﴿٥﴾ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ﴿٦﴾ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ﴿٧﴾

''کیا پہنچ چکی ہے تمہارے پاس اس ڈھانپ لینے والی کی بات! جس روز کچھ چہرے (والے) ذلیل ہوں گے' سخت محنت کرنے والے تھکے ماندے۔ جو دہکتی آگ میں جھونکے جائیں گے' جہاں ان کو کھولتے ہوئے چشمے کا پانی پلایا جائے گا' اور ان کے لیے کھانے کو بھی خاردار جھاڑ کے علاوہ اور کچھ نہ ہوگا۔ نہ تو اس سے کوئی طاقت ملے گی اور نہ ہی بھوک مٹے گی۔''

مذکورہ سات آیات میں تو اہل جہنم اور ان کے انجامِ بد کو بیان کیا گیا ہے' جبکہ اگلی ۹ آیات میں اس کے مقابل اہل جنت اور ان کو ملنے والے انعامات کا تذکرہ ہے۔ فرمایا:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿٨﴾ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿٩﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿١٠﴾ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ﴿١١﴾ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿١٢﴾ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ﴿١٣﴾ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴿١٤﴾ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴿١٥﴾ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ﴿١٦﴾

''اور بہت سے چہرے اُس روز تر و تازہ اور اپنے اعمال (کی جزا) سے خوش دل ہوں گے' بہشت بریں میں۔ وہاں کسی طرح کی بکواس نہیں سنیں گے۔ اس میں چشمے بہہ رہے ہوں گے۔ وہاں تخت ہوں گے اونچے بچھے ہوئے' اور آبخورے (قرینے سے) رکھے ہوئے' اور گاؤ تکیے قطار کی قطار میں لگے ہوئے' اور نفیس مسندیں بچھی ہوئیں۔''

اگلی آیات میں اللہ ربّ العزت نے اپنی مخلوقات میں سے کچھ کی طرف اشارہ کر کے نبی اکرمﷺ کو تذکیر و یاددہانی کا حکم صادر کرتے ہوئے فرمایا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾ فَذَكِّرْ ۟ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾

''یہ لوگ دیکھتے نہیں اونٹوں کو کہ کیسے (عجیب) پیدا کیے گئے۔ اور آسمان کو کہ کیسے اوپر بلند کیا گیا ہے۔ اور پہاڑوں کو کہ کیسے کھڑے کیے گئے ہیں۔ اور زمین کو کہ کیسے پھیلا دی گئی ہے۔ (اے نبی ﷺ!) آپ تو بس نصیحت کرتے رہیں، اس لیے کہ آپ تو نصیحت کرنے والے ہی ہیں، اور ان پر داروغہ نہیں ہیں۔''

یعنی آپ ﷺ ان کے اوپر کوئی داروغہ نہیں ہیں کہ زبردستی اُن کو ہدایت پر لے آئیں۔ دراصل یہ آپؐ کی دلجوئی کی جا رہی ہے، اس لیے کہ جب آپؐ کو اپنی شب و روز کی محنت کا بظاہر کوئی نتیجہ نکلتا محسوس نہ ہوتا ہوگا تو آپؐ کی طبیعت پر بوجھ اور ملال ہوتا ہوگا، اسی لیے فرمایا گیا کہ بس آپ اپنا کام کرتے رہیں، تذکیر جاری رکھیں۔ اس کے باوجود اگر کوئی انکار اور روگردانی کرے گا تو: ﴿اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۲۶﴾﴾ ''یقیناً ان کو ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے، اور پھر ہمارے ہی ذمہ ان کا حساب لینا ہے'' —— اس سورۂ مبارکہ کے آخر میں یہ دعائیہ الفاظ پڑھنے چاہئیں: اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنَا حِسَابًا يَّسِيْرًا ''پروردگار! ہم سے آسان حساب لینا!''

سُوْرَةُ الْفَجْر

سورۃ الفجر اور سورۃ البلد ایک جوڑے کی شکل میں ہیں۔ سورۃ الفجر کے آغاز میں کئی قسمیں ہیں۔ فرمایا:

وَالْفَجْرِ ﴿۱﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿۲﴾ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿۳﴾ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ﴿۴﴾ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ﴿۵﴾

''فجر کی قسم، اور دس راتوں کی، اور جفت اور طاق کی، اور رات کی جب جانے لگے۔ بے شک یہ چیزیں عقل مندوں کے نزدیک قسم کھانے کے لائق ہیں۔''

اقسام القرآن کے حوالے سے یہ نوٹ کر لیں کہ یہ ایک مشکل معاملہ ہے، لیکن بہرحال یہ ایک علمی مسئلہ ہے اور حکمت قرآنی کا بہت اہم حصہ ہے —— ان قسموں کے بعد کچھ سابقہ اقوام (قومِ عاد، قومِ ثمود اور فرعون) کی سرکشی اور ان کے انجام کا مختصراً ذکر ہے کہ کس طرح ان پر عذاب نازل ہوا۔

آیت ۱۵، ۱۶ میں سورۃ الفجر کا اہم ترین مضمون بیان ہوا ہے جو حکمت قرآنی کے اعتبار سے معرفت کا ایک موتی ہے۔ شکوہ کے انداز میں کہا گیا ہے:

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾

''بہرحال انسان (عجیب مخلوق ہے کہ) جب اس کا رب اس کو آزماتا ہے، پھر اس کو عزت دیتا ہے اور نعمتیں بخشتا ہے تو (انسان) کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دی۔ اور (دوسری طرف) جب آزما کر (فراوانی کی بجائے) ناپ تول کر دیتا ہے تو (انسان) کہتا ہے کہ میرے ربّ نے مجھے ذلیل و رسوا کر دیا۔''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر دیکھا جائے تو بنیادی طور پر دونوں باتیں غلط نہیں ہیں‘اس لیے کہ وہ کشادگی اور تنگی کو اللہ ہی کی جانب منسوب کر رہا ہے‘ کسی دیوی دیوتا کی طرف منسوب کر کے شرک کا مرتکب تو نہیں ہو رہا ہے جسے قرآن نے ’’ضَلٰلًا بَعِیْدًا ‘‘یعنی کھلی گمراہی قرار دیا ہے‘تو پھر شکوہ کیسا؟اس میں اصل نکتہ یہ ہے کہ انسان دراصل اس دنیا کی عزت کو عزت اور ذلت کو ذلت سمجھ رہا ہے جبکہ یہ دونوں حالتیں امتحان اور آزمائش کی ہیں اور دونوں برابر ہیں۔اس لیے کہ کبھی اللہ زیادہ دے کر آزماتا ہے اور کبھی کم دے کر—— اس آیت میں حکمت کی اگلی بات یہ ہے کہ تنگی اور فقر میں تو اللہ یاد رہتا ہے لیکن کشادگی اور آسائش میں اللہ کا خیال عموماً محو ہو جاتا ہے۔اس لیے یہ زیادہ بڑا اور کڑا امتحان ہے۔

اس سورۃ کی آخری چار آیات بڑی عظیم آیات ہیں جنہیں ہر شخص کو حفظ کر لینا چاہیے اور اللہ سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ ہمیں بھی اُن خوش نصیب لوگوں میں شامل فرمالے جن کے استقبال کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام ملے گا:

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿۳۰﴾

’’اے اطمینان پانے والی روح! ☆ اب تو لوٹ آ اپنے رب کی طرف۔اس حال میں کہ تو اپنے رب سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔پس تو میرے (ممتاز) بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا!‘‘

اللہ کے ممتاز بندوں کی تفصیل سورۃ النساء میں بایں الفاظ بیان کی گئی ہے: ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىِٕكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓىِٕكَ

☆ قرآن مجید نے نفس کی تین کیفیات کو بیان کیا ہے: (۱) اگر انسان کے قلب کا رُخ یکسو ہو کر روح کی طرف ہو جائے تو قلب ایک آئینہ کی مانند ہو جائے گا‘ بایں معنی کہ روح کی ساری تجلیات اور انوارات —— روح کا تعلق چونکہ امر ربی سے ہے اس لیے وہ ربانی تجلیات —— انسان کے پورے وجود میں سرایت کر جائیں گی اور پورا وجود منور ہو جائے گا۔اس کیفیت کا نام ’’نفس مُطْمَئِنَّه‘‘ ہے‘جس کے بارے میں سورۃ الفجر میں فرمایا گیا:﴿يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾﴾ ’’اے اطمینان پانے والی روح! اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل‘ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔‘‘ (۲) دوسری کیفیت یہ ہے کہ قلب کا رُخ مکمل طور پر نفس امارہ کی طرف ہو جائے تو نفس امارہ کی ساری تاریکیاں انسان کے وجود میں منعکس ہو جائیں گی اور سارا جسم خراب ہو جائے گا۔یہ وہ کیفیت ہے جس کے بارے میں فرمایا گیا:﴿اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ﴾ (یوسف:۵۳) ’’بے شک نفس انسان کو برائی پر ہی اُکساتا رہتا ہے۔‘‘ (۳) اس کے علاوہ ایک کیفیت یہ ہے کہ کچھ لوگوں کا قلب ڈانواں ڈول رہتا ہے‘یعنی اگر کوئی اچھا کام کیا تو اندر سے شاباش ملتی ہے کہ تم نے ٹھیک کیا ہے اور اگر کوئی برا کام کیا تو روح ملامت کرتی ہے۔اس کو ’’نفسِ لوّامہ‘‘ کہتے ہیں اور اس کیفیت کو سورۃ التوبہ میں بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے: ﴿خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا﴾ (آیت ۱۰۲) ’’(کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں) جو خلط ملط کر لیتے ہیں اچھے کاموں کے ساتھ دوسرے برے کام بھی۔‘‘ (ڈاکٹر صاحب کے ایک خطاب سے ماخوذ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رَفِیْقًا ﴿۶۹﴾ ’’اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے بڑا فضل کیا (یعنی) انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے‘‘ —— اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اجْعَلْنَا مِنْھُمْ!

سُورۃُ البَلَد

سورۃ الفجر کی طرح سورۃ البلد کی ابتدا بھی مختلف قسموں سے ہو رہی ہے —— اقسام القرآن کے حوالے سے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ مشکلات القرآن میں سے ہیں اور حکمت قرآنی کا ایک اہم موضوع ہیں —ارشاد ہوا:

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۙ﴿۱﴾ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۙ﴿۲﴾ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۙ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ ؕ﴿۴﴾

’’قسم ہے اس شہر (مکہ) کی‘ اور (اے نبی ﷺ!) آپ کو اس شہر میں (ایذا رسانی کے لیے) حلال کر لیا گیا ہے۔ اور باپ (یعنی آدم علیہ السلام) اور اس کی اولاد کی قسم کہ ہم نے انسان کو مشقت (کی حالت) میں (رہنے والا) پیدا کیا ہے۔‘‘

دنیا کے رنج و غم اور شدائد و مسائل ہر انسان کا مقدر ہیں‘ کوئی اس سے بچا ہوا نہیں ہے۔ کسی کو ذہنی کوفت زیادہ ہے تو کسی کے لیے جسمانی مشقت۔ حتیٰ کہ اگر کوئی بڑی آسائش میں ہے‘ ایئر کنڈیشنڈ کمروں میں مخملیں گدوں پر براجمان ہے‘ لیکن چین اس کو بھی نصیب نہیں ہے‘ نیند اسے بھی نہیں آ رہی‘ وہ بھی پیچ و تاب کھا رہا ہے۔ الغرض انسان کو مشقت میں پیدا کیا گیا ہے۔

سورۃ الفجر میں بھی انسانوں سے ایک شکوہ کیا گیا تھا اور اس سورۃ میں بھی ایک بات شکوے کے سے انداز میں کہی گئی ہے کہ انسان کا معاملہ بڑا ہی عجیب ہے کہ ہم نے اس پر اتنے بڑے احسان کیے —— ﴿اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ﴿۸﴾ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ ﴿۹﴾ وَھَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ﴿۱۰﴾﴾ ’’کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں‘ ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے؟ اور اس کو (خیر و شر کے) دونوں راستے نہیں دکھا دیے؟‘‘ —مگر اس کی بدقسمتی کا عالم یہ ہے:

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿ۡ۱۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ؕ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ۙ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۙ﴿۱۴﴾ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۙ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ؕ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ؕ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ﴿۱۸﴾

’’پس یہ گھاٹی کو عبور نہ کر سکا۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟ کسی غلام کی گردن آزاد کرا دینا یا کسی قحط کے دن کھانا کھلا دینا‘ اُس یتیم کو جو قرابت دار اور رشتہ دار بھی ہے‘ یا اُس مسکین کو جو خاک نشین ہے۔ (معلوم ہوا کہ مال کی محبت آگے بڑھنے سے روک دیتی ہے اور گاڑی کو بریک لگا دیتی ہے۔) اور پھر شامل ہوا ان لوگوں میں جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے پر صبر اور رحم کرنے کی وصیت کی (یہ الفاظ سورۃ العصر کے مشابہ ہیں)۔ یہی لوگ صاحبِ سعادت ہیں۔‘‘

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سُورۃُ الشَّمْس

سورۃ الشّمس سے سورۃ الم نشرح تک ان چار سورتوں کو میں ''چہار سُورِ نور وظلمت'' کا نام دیتا ہوں' اس لیے کہ ان سورتوں کے آغاز میں رات اور دن یعنی تاریکی اور روشنی کی قسمیں کھائی گئی ہیں — سورۃ الشّمس میں فرمایا: ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ① وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ② وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ③ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ④﴾ ''سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی' اور چاند کی جب اس کے پیچھے نکلے' اور دن کی جب اسے چمکا دے' اور رات کی جب اسے چھپا لے''۔ سورۃ اللیل میں فرمایا: ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ① وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ②﴾ ''رات کی قسم جب (دن کو) چھپا لے اور دن کی قسم جب چمک اُٹھے''۔ سورۃ الضّحیٰ میں فرمایا: ﴿وَالضُّحٰى ① وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ②﴾ ''آفتاب کی روشنی کی قسم' اور رات (کی تاریکی) کی جب چھا جائے''— سورۃ الم نشرح میں اگرچہ یہ قسمیں موجود نہیں ہیں مگر وہ سورۃ الضّحیٰ کا تسلسل ہے' اس لیے میں اس کو بھی ان میں شامل کرتا ہوں۔

ان قسموں کے بعد جو مقسم علیہ ہے یعنی جس پر قسم کھائی جا رہی ہے اس میں ایک بڑا تدریجی ارتقاء ہے۔ پہلی سورت یعنی سورۃ الشّمس میں ان قسموں کے بعد یہ مضمون آیا ہے: ﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ⑦ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ⑧ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ⑨ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ⑩﴾ ''اور قسم ہے نفسِ انسانی کی اور اس ذات کی جس نے اسے ہموار کیا' پھر اس کو بدکاری (سے بچنے) اور پرہیز گاری کی سمجھ عطا کی۔ تو کامیاب ہو گیا وہ شخص جس نے نفس کا تزکیہ کر لیا' اور ناکام ہوا وہ جس نے اس کو خاک میں ملا دیا''۔ یعنی جس کا روحانی عنصر اس کے زمینی عنصر کے تحت دب گیا تو وہ ناکام و نامراد ہوا۔

سُورۃُ الَّیْل

سورۃ الیل میں تزکیہ کا مضمون تفصیل سے آ رہا ہے کہ تزکیہ' نیکی اور فلاح کا راستہ کون سا ہے اور دوسری طرف ناکامی اور ہلاکت کا راستہ کون سا ہے؟ اس سورۃ میں بتایا گیا کہ تین اوصاف ایسے ہیں جو کامیابی اور فلاح کی طرف لے جانے والے ہیں' ان میں پہلا عطا وسخاوت' دوسرا تقویٰ اور تیسرا حق بات کی تصدیق ہے۔ یہ تینوں اوصاف منزل کو آسان بنانے والے اور انسان کو جنت تک پہنچانے والے ہیں۔ اس کے برعکس تین اوصاف ایسے ہیں جو انسان کو ہلاکت اور بربادی کی طرف لے جانے والے ہیں' وہ ہیں: بخل' سرکشی اور سچائی کو جھٹلانا۔ اس حوالے سے متعلقہ آیات اور ان کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۙ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۙ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۙ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۗ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۙ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۗ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۙ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۗ

''رات کی قسم جب (دن کو) چھپا لے' اور دن کی قسم جب چمک اٹھے' اور اس (ذات) کی قسم جس نے نر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور مادہ کو پیدا کیا۔ درحقیقت تم لوگوں کی کوشش طرح طرح کی ہے' تو جس نے (اللہ کے راستے میں مال) دیا اور پرہیزگاری کی' اور نیک بات کو سچ جانا' اس کو ہم آسان طریقے کی توفیق دیں گے۔ اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا رہا' اور نیک بات کو جھوٹ سمجھا' اسے سختی میں پہنچائیں گے۔''

سورۃ کے آخر میں فرمایا گیا:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۙ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۚ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۙ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۚ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝

''اور جہنم سے بچا لیا جائے گا جو بہت متقی ہے' جو اپنا مال دیتا ہے تزکیہ کے حصول کے لیے' اور اس لیے نہیں دیتا کہ اس پر کسی کا احسان ہے جس کا وہ بدلہ اتار رہا ہے' بلکہ اپنے بلند مرتبہ مالک کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے۔ اور وہ عنقریب خوش ہو جائے گا۔''

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں' اس لیے کہ تمام صحابہ کرامؓ میں یہ شان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں نمایاں ہے۔ امام رازی نے تو اس سورۃ کو حضرت ابوبکرؓ کی سورۃ قرار دیا ہے اور اگلی سورت ''الضحیٰ'' کو محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سورۃ قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ سورۃ الضحیٰ میں یہ مضمون اُس انتہائی مقام کو پہنچ گیا ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک فائز ہے۔

ان آیات میں بیان ہوا ہے کہ یہ شخص بغیر کسی کے احسان کا بدلہ اتارنے کے' صرف اللہ کی رضاجوئی کے لیے مال خرچ کرتا ہے — یہ بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر بعینہٖ صادق آتی ہے۔ مثلاً حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کوئی احسان نہیں تھا' مگر آپؓ نے ایک خطیر رقم خرچ کر کے ان کو صرف اپنے پروردگار کی رضاجوئی کی خاطر آزاد کرایا تھا۔

سُورۃُ الضُّحٰی

اگلی دو سورتوں یعنی سورۃ الضحیٰ اور سورۃ الم نشرح سے عام طور پر مسلمانوں کو ایک خاص قلبی لگاؤ ہے' اس لیے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے راز و نیاز کی باتیں ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ راز و نیاز کی باتیں بھی ہماری رہنمائی کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قرآن مجید میں ثبت کر دی گئی ہیں۔ سورۃ کی ابتدائی آیات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ گھبرائیں نہیں' آپ کا رب آپ کا ساتھ چھوڑنے والا نہیں ہے۔ فرمایا:

وَالضُّحٰى ۙ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۭ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۭ

''گواہ ہے دن جب وہ روشن ہو جائے' اور رات جب وہ تاریک ہو جائے' کہ آپؐ کے رب نے نہ آپؐ سے تعلق منقطع کیا ہے اور نہ ہی آپؐ سے ناراض ہے۔ اور ہر آنے والی ساعت آپؐ کے لیے پہلی ساعت سے بہتر ہے (یعنی آپؐ کے درجات بلند سے بلند تر ہوتے جا رہے ہیں)۔ اور آپؐ کا رب آپؐ کو اتنا کچھ دے گا کہ آپؐ راضی ہو جائیں گے۔''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہاں یہ ملحوظِ خاطر رہے کہ سورۃ الیل کی آخری آیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ''وَلَسَوْفَ يَرْضٰى'' یعنی غائب کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اس لیے کہ وہ نبی نہیں ہیں اور ان سے براہِ راست خطاب نہیں ہے' جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں اور اللہ آپ سے براہِ راست مخاطب ہے اس لیے آپ کے لیے زیرِ مطالعہ سورۃ میں ''فَتَرْضٰى'' یعنی حاضر کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

اگلی آیات میں ربّ العالمین کی طرف سے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر ہونے والے انعامات کو اشارتاً بیان کر کے سورۃ کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان انعامات کے بیان کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ فرمایا:

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۞ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۞ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۞ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۞ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۞ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۞

''کیا اس نے آپؐ کو یتیم نہیں پایا اور پھر آپؐ کی پوری پرورش کا بندوبست کیا؟ اور آپؐ کو تلاشِ حقیقت میں سرگرداں پایا تو آپؐ کو سیدھا راستہ دکھایا (یعنی پردے ہٹا کر آپؐ کو حقائق کا مشاہدہ کرا دیا)۔ اور آپؐ کو تنگدست پایا تو (دُنیوی اعتبار سے آپؐ کے لیے) غنیٰ کا سامان کر دیا۔ تو اب آپ بھی کبھی یتیم پر جبر نہ کیجیے گا' اور نہ کسی مانگنے والے کو جھڑکیے گا۔ اور اپنے رب کی نعمتوں کا اعلان کرتے رہیے گا۔''

سُورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ

سورۃ الضحیٰ میں شروع ہونے والا مضمون تسلسل کے ساتھ زیرِ مطالعہ سورۃ میں بھی اس طرح جاری ہے کہ معلوم ہوتا ہے گویا یہ ایک ہی سورت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے یہ روایت بھی آتی ہے کہ آپؐ بغیر بسم اللہ پڑھے دونوں سورتیں ایک ہی رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔

سورۃ کے شروع میں وہی انعاماتِ الٰہیہ کا تذکرہ جاری ہے۔ فرمایا: ﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۞ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۞ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۞﴾ ''(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!) کیا ہم نے آپ کے سینہ کو آپ کے لیے کھول نہیں دیا؟ اور آپ کی کمر سے وہ بوجھ اتار دیا جو آپ کی کمر کو دوہرا کیے جا رہا تھا۔''

یہ گویا بڑی نجی سطح پر راز و نیاز کی باتیں ہیں۔ ان کیفیات پر صوفیاء نے بحث کی ہے۔ صوفیاء کی دو اصطلاحات ہیں: (۱) قبض اور (۲) بسط۔ طبیعت میں اگر کہیں قبض کی کیفیت پیدا ہو جائے تو ان دونوں سورتوں میں بسط کی طرف لانے کی تاثیر ہے۔

سورۃ الضحیٰ کے آخر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انعاماتِ الٰہیہ کے بیان کا حکم دیا گیا تھا جبکہ اس سورۃ کے آخر میں آپؐ کو عبادت کرنے اور پروردگار کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا: ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۞ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۞﴾ ''پس جب بھی آپ (دعوت و فرائض نبوت کی ادائیگی سے) فارغ ہوں تو فوراً اپنے رب کے حضور کھڑے ہو جائیں (کمر کس لیں) اور اپنے رب کی طرف راغب ہو جائیں۔''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سُورۃُ التِّین

سورۃ التین سے سورۃ الناس تک بیس سورتیں ہیں‘ جن میں سے اکثر بہت چھوٹی ہیں۔ان کے بارے میں مختصراً ہی کچھ ذکر کیا جائے گا۔البتہ تمام لوگوں کو چاہیے کہ وہ ان سورتوں کو حفظ کریں اور ان کے ترجمہ کو بھی یاد کریں۔سورۃ التین کے آغاز میں فرمایا:

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۡ

’’انجیر اور زیتون کی قسم‘ اور طور سینین کی قسم‘ اور اس امن والے شہر کی قسم‘ کہ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔‘‘

جس بات پر قسمیں کھائی گئی ہیں ـــ ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝۴﴾ ـــ وہ عام طور پر ہمارے جمعہ کے خطبوں کا موضوع ہے۔اس میں اشارہ ہے روحِ انسانی کی جانب جو امر ربی ہونے کے اعتبار سے بلند ترین درجے پر ہے ـــ آگے فرمایا:﴿ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝۵﴾ ’’پھر اس کو (بدل کر) پست سے پست کر دیا‘‘۔اس آیت میں انسان کے حیوانی وجود کی طرف اشارہ ہے جو نچلوں میں سب سے نچلا درجہ ہے‘ جس کو اپنا اصل مقام حاصل کرنے کے لیے محنت و مشقت اور مجاہدہ کرنا ہوگا‘ اپنے حیوانی نفس کے خلاف تزکیہ کرنا ہوگا‘ پھر جا کر ’’احسن تقویم‘‘ والا درجہ دوبارہ حاصل ہوگا۔اس کے بارے میں فرمایا:﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۶﴾ ’’مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے بے انتہا اجر ہے۔‘‘

سُورۃُ العَلَق

سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیات کے بارے میں تقریباً اتفاق ہے کہ یہ سب سے پہلی وحی ہے جو حضور ﷺ پر نازل ہوئی۔’’تقریباً‘‘ کا لفظ میں نے اس لیے استعمال کیا کہ ایک روایت ایسی ملتی ہے جس میں سورۃ المدثر کی ابتدائی سات آیات کو پہلی وحی بتایا گیا ہے ـــ اس بارے میں نوٹ کر لیں کہ پہلی وحی کے بعد کچھ عرصہ (تین سال) تک وحی کا سلسلہ رک گیا تھا جسے ’’فترۃ الوحی‘‘ کا زمانہ کہا جاتا ہے۔تمام مفسرین اور محققین کا اس پر اجماع ہے کہ سورۃ المدثر کی ابتدائی سات آیات فترۃ الوحی کے بعد نازل ہونے والی پہلی وحی ہے‘ جبکہ سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیات علی الاطلاق پہلی وحی ہے۔آغاز میں فرمایا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

’’(اے محمد ﷺ!) پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے (تمام عالم کو) پیدا کیا۔جس نے انسان کو جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔پڑھو! اور تمہارا رب بہت کریم ہے‘ جس نے تعلیم دی قلم کے ذریعے سے‘ اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ جانتا نہ تھا۔‘‘

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہاں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ ان آیات میں صرف ایک حکم ’’اِقْرَاْ‘‘ ہے‘ جبکہ سورۃ المدثر میں تبلیغ کا حکم آیا ہے— فرمایا: ﴿یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ۱ قُمْ فَاَنْذِرْ ۲ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ ۳﴾ ’’اے چادر اوڑھ کر لیٹنے والے! اٹھو اور خبردار کرو‘ اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کرو‘‘— چنانچہ اس ضمن میں بعض محققین نے یہ رائے قائم کی ہے اور مجھے اس سے اتفاق ہے کہ سورۃ العلق سے حضورﷺ کی نبوت کا آغاز ہوا ہے جبکہ سورۃ المدثر سے آپؐ کی رسالت کا آغاز ہوا ہے۔

سورۂ مبارکہ کی ابتدائی پانچ آیات کے بعد کی آیات حکمت قرآنی کا بڑا خزانہ ہیں‘ جن میں فرمایا گیا: ﴿کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰٓی ۶ اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی ۷﴾ ’’ہرگز نہیں! انسان سرکش ہو جاتا ہے جبکہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے‘‘۔ انسان جب اپنے آپ کو آزاد دیکھتا ہے بایں طور کہ جو بداعمالیاں یہ کرتا ہے اس کا کوئی نتیجہ اس کے سامنے نہیں آتا تو اس کے اندر اپنی حدود سے تجاوز کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے اور یہ سرکشی اختیار کرتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اس کو یہ بتا دیا جائے کہ: ﴿اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی ۸﴾ ’’کچھ شک نہیں کہ اس کو تمہارے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے‘‘— ایک روز اس کو ضرور اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے اور اس کی برائیوں اور گمراہیوں کے جو نتائج اس دنیا میں اس کے سامنے نہیں آ رہے وہ وہاں ظاہر ہو کر رہیں گے۔ اس یقین کے ساتھ یہ سیدھا ہو جائے گا‘ اور اگر اس پر یقین نہیں کرتا تو پھر اس کو درست کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔

آگے ایک واقعہ بیان ہوا ہے۔ ابوجہل نے دو مرتبہ حضور اکرمﷺ پر دست درازی کی کوشش کی تھی اور نماز سے روکا تھا۔ آیت ۹ تا ۱۶ میں اس واقعہ کی جزئیات کو بیان کیا گیا ہے اور اگلی دو آیات میں تو بڑے عجیب‘ پُررُعب اور چیلنج کے سے انداز میں کہا جا رہا ہے: ﴿فَلْیَدْعُ نَادِیَہٗ ۱۷ سَنَدْعُ الزَّبَانِیَۃَ ۱۸﴾ ’’تو وہ بلا لے اپنے ساتھیوں کو‘ ہم بھی جہنم کے فرشتوں کو بلا لیں گے‘‘۔

آخری آیت ’’آیتِ سجدہ‘‘ ہے اور اس میں محمدٌ رسول اللہﷺ کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے: ﴿کَلَّا ؕ لَا تُطِعْہُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۱۹﴾ ’’(اے محمدﷺ!) آپ ان کی باتوں سے کوئی اثر قبول نہ فرمائیں۔ اپنے ربّ کے لیے سجدہ کریں اور اس سے قریب تر ہو جائیں‘‘۔ رسول اللہﷺ کا ارشاد ہے: ((اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّہٖ وَھُوَ سَاجِدٌ)) (رواہ مسلم) ’’بندہ اپنے رب سے قریب ترین سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے‘‘— اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ انانیت اور تکبرِ نفس کی کُلی نفی کرتا ہے جبکہ یہی تکبرِ نفس ہی بندے اور رب کے مابین سب سے بڑا حجاب ہے۔

سُوْرَۃُ الْقَدْر

سورۃ القدر میں ’’لیلۃ القدر‘‘ کا ذکر آیا ہے‘ جو ماہِ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے ایک رات ہے‘ اور یہ ایک ہزار مہینوں (تقریباً ۸۳ سال) سے افضل ہے۔ فرمایا:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ ۚ وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ؕ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ ؕ

’’ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے‘ اور تمہیں کیا معلوم کہ شبِ قدر کیا ہے؟ شبِ قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔‘‘

(باقی صفحہ 31 پر)

© rasailojaraid.com